An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES

ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

Volume: 04, Issue: 04, October-December 2024, Pages: 29-35

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home

Publisher Website: https://www.mircpk.net

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

HEC "Y" Category HJRS HEC Journal Recognition System

سرمایہ دارانہ علمیت کے خصائص و امتیازات کا تحقیقی جائزہ

A RESEARCH REVIEW OF CHARACTERISTICS & DISTINCTIVE OF CAPITALISTIC KNOWLEDGE

Mian Faizan Ahmed[1], Dr Naheed Arain[2], Muhammad Farman[3]

[1] PhD Scholar, Department of Comparative Religion and Islamic Culture, University of Sindh Jamshoro, Sindh, Pakistan.

[2] Chairperson, Department of Comparative Religion and Islamic Culture, University of Sindh Jamshoro, Sindh, Pakistan.

[3] PhD Scholar, Department of Comparative Religion and Islamic Culture, University of Sindh Jamshoro, Sindh, Pakistan.

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	September 15, 2024
Revised:	October 10, 2024
Accepted:	October 12, 2024
Available Online:	October 14, 2024

Keywords:

Capitalism
Modern Science
Modernity
Metaphysics
Capitalistic World

Funding:

This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

CC BY

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

The system that is developing in the world today is the capitalist system, which has not only gained its academic superiority but also its cultural superiority over all other cultures and systems of knowledge. This system has turned the religious societies upside down and subjugated everything including traditional and religious morality, knowledge and lifestyle to the capitalist system because this system itself has modern morality, knowledge and lifestyle. No society becomes a capitalist society until capitalist scientific sciences are introduced there and when these scientific sciences develop, the whole society is transformed by capitalism. In the same way, religious studies and traditions also have characteristics and distinctions, capitalist knowledge also has some characteristics, including its indeterminacy, lack of spirituality, skepticism, evolutionism, rationalism and the necessary rejection of religious traditions and beliefs. Any modern knowledge is devoid of these characteristics. It does not happen, due to which entire religious societies have become capitalist in today's era, even religious knowledge is not considered anything in front of capitalist knowledge. The scientific method of acquiring knowledge that capitalism has devised does not have room for any means that can be used to grasp the ultimate facts or laws about a thing. In other words, there is an evolutionary concept of reality in other capitalist epistemologies, for the understanding of which the understanding of the characteristics of "evolutionary epistemology" is indispensable.

***Corresponding Author's Email:** faizan.arain@scholars.usindh.edu.pk

***Corresponding ORCID:** https://orcid.org/0000-0002-2751-1711

تمہید

عصر حاضر میں دنیا میں پروان چڑھنے والا نظام سرمایہ دارانہ نظام ہے جس نے نہ صرف علمی بلکہ اپنی تہذیبی برتری بھی حاصل کرلی ہے۔ اس نظام نے مذہبی معاشروں کو پلٹ کررکھ دیا ہے اور روایتی ومذہبی اخلاقیات، علمیت اور طرز زندگی سمیت ہر شے کو بدل کر سرمایہ دارانہ نظام کے تابع کر دیا ہے کیونکہ یہ نظام بذات خود جدید اخلاقیات، علمیت اور طرز زندگی کا حامل ہے۔ عصر حاضر میں دنیا میں پروان چڑھنے والا نظام سرمایہ دارانہ نظام ہے جس نے نہ صرف علمی بلکہ اپنی تہذیبی برتری بھی حاصل کرلی ہے۔ اس نظام نے مذہبی معاشروں کو پلٹ کررکھ دیا ہے اور روایتی ومذہبی اخلاقیات، علمیت اور طرز زندگی سمیت ہر شے کو بدل کر سرمایہ دارانہ نظام کے تابع کر دیا ہے کیونکہ یہ نظام بذات خود جدید اخلاقیات، علمیت اور طرز

زندگی کا حامل ہے۔ نظام بذات خود جدید اخلاقیات، علمیت اور طرز زندگی کا حامل ہے۔ کوئی بھی معاشرہ اس وقت تک سرمایہ دارانہ معاشرہ نہیں بنتا جب تک وہاں سرمایہ دارانہ سائنسی علوم کو رائج نہ کیا جائے اور جب یہ سائنسی علوم کسی معاشرے میں پروان چڑھتے ہیں تو پورا معاشرہ سرمایہ داریت سے تبدیل ہو جاتا ہے۔ جس طرح سے مذہبی علوم و روایات کے بھی خصائص اور امتیازات ہوتے ہیں اسی طرح سے سرمایہ دارانہ علمیت بھی کچھ خاصیتیں رکھتی ہے جن میں اس کا غیر حتمی ہونا، روحانیت سے عاری ہونا، تشکیک پسندی، ارتقاء پسندی، عقلیت پسندی اور دینی روایات و ایمانیات کا لازمی انکار شامل ہے۔ کوئی بھی جدید علم ان اوصاف سے خالی نہیں ہوتا جس کی وجہ سے آج کے دور میں پورے کے پورے مذہبی معاشرے سرمایہ دار ہو گئے ہیں یہاں تک کہ سرمایہ دارانہ علمیت کے آگے مذہبی علمیت کو کچھ سمجھا ہی نہیں جاتا ہے۔ سرمایہ داریت نے حصول علم کا جو سائنسی طریقہ کار وضع کیا ہے اس میں ایسے کسی ذریعے کی گنجائش نہیں جسے بروئے کار لاتے ہوئے کسی شے کے متعلق حتمی حقائق یا قانون کا ادراک کیا جا سکے۔ بالفاظ دیگر سرمایہ دارانہ علمیت میں حقیقت کا ایک ارتقائی تصور موجود ہے جس کی تفہیم کے لیے "ارتقائی تصور علم" کے خصائص کی تفہیم ناگزیر ہے۔

علم کا غیر حتمی ہونا

ارتقائے علمی کا پہلا اصول ہی یہی ہے کہ کسی بھی انسان کے لیے ایک حتمی سچائی یا حقیقت کا ادراک کر لینا ناممکنات میں سے ہے تاہم بذریعہ سائنسی طریقہ کار، اس بات کی امید واثق کی جا سکتی ہے کہ پوری انسانیت دن بدن ایک حتمی سچائی کی جانب بڑھ رہی ہے جس کی جوہری وجہ یہ ہے کہ انسانی کلیات کو بروئے کار لاتے ہوئے کسی بھی حتمی سچائی یا حقیقت کے علم کو حاصل کر لینا ممکن ہی نہیں ہے۔[1]

تردیدیتِ علمی

سرمایہ داریت کے تصور علم میں اسی دعوے و قضیے کو علم کا درجہ دیا جاتا ہے جسے تجربے کے ذریعے مسترد کر دینا عین ممکن ہو۔ بالفاظ دیگر سرمایہ دارانہ سائنسی علم اور غیر علم میں امتیاز کرنے کا پیمانہ و معیار یہی تردیدیت پسندی ہے کہ اگر کسی معاملے کو بذریعہ تجربہ مسترد یا تغلیط کرنا ناممکن ہو تو پھر وہ معاملہ علم کی تعریف سے ہی خارج ہے کیونکہ وہ تردیدیت کے معیار پر پورا نہیں اترتا ہے۔[2] یہی وہ بنیادی سبب ہے جس کی وجہ سے پوری مغربی تہذیب میں مرنے کے بعد شروع ہونے والی زندگی کو حقیقت یا علم سمجھا ہی نہیں جاتا کیونکہ ان امور کو سائنسی علمیت کی کسوٹی پر اتارا نہیں جا سکتا ہے۔[3] اس بات کو اس طرح بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ سرمایہ دارنہ علمیت میں ارتقائی علمیت وہی ہوتا ہے جس کی تغلیط کا امکان سو فیصد موجود ہو کیونکہ جو بات مطلق (Abstract) ہو اور اسے غلط ثابت نہ کیا جا سکتا ہو تو پھر اس میں ارتقاء بھی نہیں ہو سکتی جب کہ سرمایہ دارانہ علمیت میں ارتقاء پسندی بنیادی شرط ہے۔[4]

سائنسی و سرمایہ دارانہ ایمانیات کو کبھی بھی سائنسی پیمانے پر نہیں جانچا جا سکتا ہے کیونکہ پورا عالم مغرب انہیں اپنی ایمانیات کا حصہ اور جزو لم ینفک سمجھتا ہے اور جو ان دونوں پر ایمان نہیں رکھتا تو مغربی تہذیب اسے ہیومن ماننے اور سمجھنے کے لیے بھی تیار نہیں کیونکہ مغرب کے مطابق انسان وہی ہے جو ان ایمانیات پر بلا دلیل ایقان رکھے جیسا کہ مغربی مفکر جان رولز نے لکھا ہے کہ

> "That there are doctrines that reject one or more democratic freedom is itself as permanent fact of life, or seems so. This gives us the practical task of containing them,,,,, like war and disease so that do not over turn political justice."[5]

اس کی مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ سائنسی مفروضے (Hypothesis) کے مطابق انسان کی ذات ہی درحقیقت منبع علم ہے اور علم صرف انسان کی ذات سے ہی صادر ہو سکتا ہے۔[6] اس سائنسی مفروضے کو کسی طرح بھی تجربے کے ذریعے ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے یا یہ تردیدیت کے پیمانوں پر پورا نہیں اترتا تاہم اس کے باوجود سائنس کی دنیا میں اس مفروضے کو قبول کیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس کے تصور علم میں عالم میں ہونے والے حوادثات کی توضیح و تشریح اور حقیقت کے ادراک کے لیے ارادہ انسانی سے باہر کسی مقصدیت کو تلاش کرنا ایک لایعنی بات ہے مگر اس کے باوجود سائنس یہ بات بتانے سے قاصر ہے کہ خود ذاتِ انسان کی کیا حقیقت ہے؟ اس حقیقت کا جواب دینے کے بجائے سائنس انسان کو محض خود مختار و آزاد ہی سمجھتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ سائنسی مفروضہ بھی ایمان کا درجہ رکھتا ہے کہ یہ پوری کائنات کسی بیرونی کنٹرول کے بغیر چلنے والا ایک کامل اور قائم بالذات نظام ہے جس میں تبدیلیوں کا ظہور کسی اندرونی نظام کے تحت ہوتا ہے[7] اور اس نظام کی معنویت کی تفہیم کے لیے خدا کے بجائے علت و معلول کے کچھ اصولوں کے ذریعے سمجھنا عین ممکن ہے مگر اس کے باوجود عالمِ سائنس کی تازہ ترین کوانٹم مکینکس (quantum machines) کی تحقیقات نے سائنس پر ایمان کی بنیادیں ہلادی ہیں۔[8] سائنس کے مطابق اپنی آزادی کو مکمل کرنے کے لیے کامل کائناتی تسلط حاصل کر لینا ہی انسان کی حقیقت اور مقصدِ حقیقی ہے۔

تشکیک پسندی

سرمایہ دارانہ نظام کے تصور علم کے مطابق کسی بھی بات کو آخری و حتمی سمجھ کر اس معاملے پر قلب صمیم سے ایمان لانا اور دیگر افراد کو بھی اس کی تبلیغ و دعوت دینا "غیر علمی طریقہ" کہلاتا ہے۔[9] سرمایہ دارانہ علمیت کے مطابق کسی شے کو رد کرنے کی

کوشش کرنا اور ہر بات میں ہمیشہ شک کرنا ہی اصل اور حقیقی علمیت ہے جب کہ اس کے برعکس اگر کوئی شخص مذہبی حقائق کو تسلیم کرکے ان پر ایمان رکھتا ہے تو وہ بنیاد پرست، انتہا پسند اور دہشت گرد کہلاتا ہے۔[10]

سرمایہ دارانہ ترقی

سرمایہ دارانہ علمیت میں ہر گذشتہ سچ کو کم تر اور جدید دور کے سچ کو بہتر سے بہتر سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں سابقہ دور کے حقیقت کے تصور کے بہتر پہلوؤں کو شامل کرلیا جاتا ہے جب کہ کمزور ترین پہلوؤں کو ترک کر دیا جاتا ہے چنانچہ اس طرح سے آمدہ دور سابقہ ادوار سے بہتر قرار دیا جاتا ہے۔عالم مغرب کے مفکرین جن میں مارکس، ہیگل اور سپنسر شامل ہیں، نے یہ تصور پیش کیا کہ تمام انسانی علوم آہستہ آہستہ کسی خاص منزل کی جانب بڑھ رہے ہیں[11] اور اس تصور کی بنیاد پر ان مفکرین نے تاریخ کی متعدد تعبیرات بھی پیش کی ہیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ تمام انسانیت اجتماعی طور پر لاشعوری انداز سے کسی عظیم منزلِ مقصود کی جانب گامزن ہے اور وہی منزل انسان کا مقدر ہے اور وہ گزرتے وقت کے ساتھ اپنی منزل سے قریب ہو رہا ہے جس کی وجہ سے اس کا ہر آنے والا دن گزرے ہوئے دنوں سے بہتر ہے۔[12] اس طرح کی تعبیرات کی حیثیت چند مفروضات اور اساطیر سے زیادہ نہیں ہیں جنہیں عالم مغرب کے ان زعماء نے بند کمروں میں بیٹھ کر اختراع کیا ہے۔

انہی جدید تصورات کی وجہ سے آج کا جدید ذہن اس بات کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں کہ اہل اسلام کا سب سے اچھا دور زمانہ نبوت ﷺ، زمانۂ صحابہ اور سلف صالحین کا ہے جو کہ گزر چکا ہے اور اب جو زمانہ آرہا ہے تو دور نبوت سے دور ہونے کی وجہ سے بد سے بدتر ہوتا چلا جارہا ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔ متجددین کو یہی شکوہ رہتا ہے کہ مسلمانوں کے مولوی اس زمانے کو پیچھے کی جانب یا پتھروں اور اونٹوں کے دور میں لے جانا چاہتے ہیں۔لاریب اس میں کوئی تردد نہیں کہ دین اسلام کے احیاء کے خواہش مند ہر مسلمان کی یہی خواہش ہے کہ دنیا کسی طرح ویسی ہوجائے جس طرح آقائے نامدار ﷺ اوران کے اصحاب کے زمانے میں تھی۔ اسی خواہش، تمنا اور آرزو کے سبب سے عالم مغرب اہل اسلام کو تنگ نظر، دقیانوسی اور بنیاد پرست قرار دیتا ہے کہ راسخ العقیدہ اور باعمل مسلمان اپنے تمام معاملات کو دور جدید کے تقاضوں کے مطابق حل کرنے کے بجائے ماضی کی روشنی میں حل کرنا چاہتا ہے جو کہ ترقی کے خلاف ہے اور اس جدید دنیا کو قدیم دور میں لے جانے کے مترادف ہے۔[13]

مختلف الانواع سچائیاں اور تحقیقات

سرمایہ داریت کے علمی نظریے میں کسی بھی معاملے کے متعلق حتمی اور مسلمہ علم کا فقدان ہمیشہ رہتا ہے جس کی وجہ سے بیک وقت ایک سے زیادہ مؤقفات بھی حق پر مبنی ہوسکتے ہیں۔ سائنسی دنیا میں ایک ہی وقت میں کسی بھی شے کے متعلق دو مختلف آراء ہونا معمولی بات ہے جب کہ مذہب کے معاملے میں ایسا ہونا ناممکنات میں سے ہے کیونکہ مذہب کی بات اٹل اور واحد ہوتی ہے۔[14] اسی طرح سے سرمایہ داریت نے تحقیق کے نام پر کسی بھی قسم کی مغالطات کو "علمی کاوش" کا نام پڑگیا ہے جیسا کہ آج کے دور میں کتوں اور بندروں کے زندگی کے حالات جمع کرنے کو بھی تحقیق کا درجہ دے دیا جاتا ہے۔ اس نظام میں ہر لغو اور گھٹیا بات کو تحقیق کہا جاسکتا ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ علمیت میں کسی چیز کے معنی خدا اور رسول کے ارشادات کی روشنی کے بجائے انسانی ارادے اور خواہشات کی تکمیل کے پیمانے پر تول کر متعین کیے جاتے ہیں۔[15]

ارتقائی تشریحات

سرمایہ دارانہ علمیت میں ہر انسانی و معاشرتی ادارے و عمل کو نہ صرف وحی الٰہی سے کاٹ کر ارتقائی صورت میں پیش کیا جاتا ہے بلکہ اس فرضی قیاس آرائی پر مبنی روش کو بہت بڑا علمی کارنامہ گردانا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس کہانی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

> "اولاً تمام انسان بھی جانوروں کی طرح جنسی تعلقات استوار کرتے تھے، یعنی جس مرد و عورت کا جس سے دل چاہا خواہش پوری کرلی۔ ایک عرصے تک معاملہ یوں ہی چلتا رہا، لیکن پھر آہستہ آہستہ انسانوں میں جذبہ رقابت نے جوش مارا اور لوگوں کو یہ بات بری محسوس ہونے لگی کہ کل تک جو عورت میرے ساتھ تھی آج کسی اور مرد کے ساتھ کیوں ہے؟ اس جذبے کے زیراثر انسانی معاشروں میں طاقت کے قانون کا راج شروع ہونے لگا یعنی جس نے آگے بڑھ کر پہلے کسی عورت پر قبضہ جمالیا وہ ہمیشہ کے لیے اس کی ہوگئی۔ پھر بچوں کی پیدائش کے بعد بیوی اور بچوں کی دیکھ بھال کے مسائل سامنے آنے لگے جنہیں حل کرنے کے لیے لوگوں نے کئی طرح کے قوانین بنانے شروع کر دیئے۔ مثلاً یہ کہ بچوں کی ذمہ داری اسی پر ہوگی جس نے عورت پر قبضہ جمایا تھا وغیرہ۔ یوں انسانیت لحہ بہ لحہ آگے بڑھتی رہی یہاں تک کہ لوگوں نے مرد و عورت کے جنسی تعلق کی بنیاد شادی کے ادارے کے ساتھ منسلک کر دی۔"[16]

اس بیانیہ پر متعدد اعتراضات وارد ہوتے ہیں کہ اس دنیا میں آنے والے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد انبیاء کرام نے انسانی معاشروں کی تشکیل و کردار سازی میں کیا کردار ادا کیا ہے؟ ایسا سوچنا بھی محال ہے کہ نبیوں نے لوگوں کو یہ نہ سکھایا ہو کہ انہوں نے کس طرح سے زندگی گزارنی ہے۔ لاریب انہوں نے لوگوں کو یہ سب سکھا کر فریضہ نبوت کو پوری طرح سے ادا کیا مگر مذکورہ بالا بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ میں کسی نبی کا وجود ہی نہیں اور اگر نبیوں کی آمد بھی ہوئی تو انہوں نے دنیا میں

محض سیر وغیرہ کی جب کہ دیگر انسانوں اور معاشروں نے اپنی زندگیوں کو آسمانی وحی کی روشنی کے بجائے حیوانی جذبات کے تحت گزارا۔ مذکورہ بالا بیانیہ کی حیثیت ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص یہ دعوی کردے کہ اسلامی معاشروں میں موجود شادی کا تصور دراصل ما قبل اسلام کے جاہلی معاشروں میں موجود جنسی بے راہ روی کی ایک جدید شکل ہے۔[17]

سرمایہ دارانہ علمیت کی عقلی منزل

سرمایہ داریت سے نکلنے والی علمیت کے تصور نے رزیل اخلاق سے آراستہ ایک جدید شخصیت کے اظہار کو جواز فراہم کیا ہے جس کا نتیجہ ایک جدید انفرادیت کی صورت میں معاشروں میں نکلا ہے۔ سرمایہ داریت کے علم کے تصور سے قبل انسانی معاشروں میں ایسی ہستیوں کو معتبر، مکرم اور محترم سمجھا جاتا تھا جن کی زندگیاں مذہبی تعلیمات کے عین مطابق ہوتی تھیں مگر سرمایہ داریت کے تصور علم نے ایسی ہستی کے علمی جواز کی عقلی بنیادیں کھڑی کر دیں جونبیوں کی آفاقی تعلیمات سے کوسوں دور اور رزیل اخلاق سے بھرپور ہونے کے باوجود بھی معاشرے میں عزت و مقام رکھنے کی اہل ہو سکتی ہے۔[18] اس کی واضح ترین مثال مشہور سائنس دان آئن اسٹائن ہے جسے عالمِ سائنس کا امام سمجھا جاتا ہے مگر درحقیقت اس کی پوری زندگی زناکاری اور بدکاری سے عبارت ہے۔ آئن اسٹائن کی موت کے بعد اس کے خطوط کا مجموعہ اس کی پوتی نے شائع کیا جس میں بہت سے خطوط اس کی زندگی کے نجی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ آئن اسٹائن کے اندر کی غلاظت کو پوری طرح عیاں کر دیتے ہیں۔[19] اسی طرح سے مشہور فلسفی عمانویل کانٹ اغلام باز تھا اور اس قبیح ترین فعل کی اسے لت لگی ہوئی تھی مگر اس کے باوجود اس کو مغربی فلسفیوں میں نمایاں مقام حاصل ہے۔[20] ایسے موقع پر مغربی علمیت کو دل و جان سے قبول کرنے والے مداح یہ بیان دیتے ہیں کہ اس کے اخلاق کو چھوڑ کر اس کے علمی و سائنسی کارناموں کو دیکھنا چاہیے گویا کہ مذہبی اخلاق کو سرمایہ دارانہ علمیت میں علم کے دائرے میں شامل ہی نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس معلومات کو علم کا درجہ دیا جاتا ہے جو صرف حسد و حرس کی غمازی کرتی ہو۔ آج کے دور میں علم کا تصور اس حد تک گر گیا ہے کہ اگر کوئی عورت وکیل، ڈاکٹر یا ایم بی اے وغیرہ نیم برہنہ حالت میں اور ننگے سر بیٹھ کر ٹی وی پر انٹرویو دے تو اس کے علمی کارناموں کو فخریہ طور پر پیش کیا جاتا ہے کہ وہ بہت بڑی علمی شخصیت ہے اور اس کے برعکس کسی گاؤں کی باشندہ باحیاء خاتون، جس نے حکم خداوندی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہوئے خود کو نامحرموں کے سامنے جانے سے روک رکھا ہو، اسے یہی علمیت گنوار، ان پڑھ اور جاہل قرار دیتی ہے۔[21]

سرمایہ دارانہ علمیت نے دنیاداری کے رجحانات اور مادہ پرستی پر مشتمل فکر کو معاشرے میں پروان چڑھایا جب کہ بچی کھچی عیسائی مذہبی اخلاقیات کا جنازہ تحریک اصلاح کے بانی مارٹن لوتھر[22] اور اس کے ہم نوا کیلون جیسے مفکرین نے نکال دیا۔[23] پروٹسٹنٹ عیسائیت نے مذہبی افراد کو یہ تعلیم دی کہ وہ مذہبی روایات کو چھوڑ کر خود سے بائبل کی تشریح کرنا شروع کر دیں کیونکہ فرد و خدا کے مابین جو تعلق ہے[24] وہ دراصل ایک انسان کا نجی مسئلہ و معاملہ ہے جس کی درستگی و عدم صحت پر قدغن و حکم لگانے کا اختیار کسی بھی دوسرے شخص کو حاصل نہیں ہے۔ بندے اور خدا کے مابین تعلقات کی نوعیت نجی اور اندرونی ہے پس ہر شخص یہ استحقاق رکھتا ہے کہ وہ مذہبی روایات و طریقوں کو چھوڑ کر اپنی مرضی و منشا کے مطابق عبادت کرنے کے طریقے کو اختیار کرلے۔[25]

ان متجددین نے یہ فلسفہ و فکر پیش کی کہ حقیقی عبادت یہ نہیں کہ گرجا گھر جایا جائے یا پھر خدا کا ذکر کیا جائے بلکہ اصل عبادت تو دنیا کے کام کو زیادہ سے زیادہ منہمک ہو کر کرنا ہے لہٰذا جس طرح بائبل کا مطالعہ کرنا اہم ہے اس سے زیادہ اہم فطرت اور اس کے مظاہر کا مطالعہ کرنا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سرمایہ دارانہ علمیت کی کامیابی کا حقیقی سبب مادہ پرست فلسفیوں کے افکار کے بجائے مذہبی عناصر تھے کیونکہ ان عناصر نے مذہب کی اصلاح کے نام پر عیسائیت کی مذہبی تعلیمات کو مسخ کر کے جدیدیت کی مذہبی توجیہات کو بیان کیا۔ یہی بنیادی سبب ہے کہ ویبر میکس اور کارل مارکس نے اصلاح مذہب کی تحریک کو جدیدیت کا پیش خیمہ قرار دیا ہے کہ اگر مذہبی اصلاح کی عیسائی تحریک کامیابی سے ہم کنار نہ ہوتی تو پھر جدیدیت کا یورپ میں شکست کھا جانا یقینی تھا کیونکہ مذہبی آزادی ہی وہ راستہ ہے جو بعد میں نفس پرستی اور دنیا کی محبت جیسے جذبات کو انسانی دلوں میں راسخ کر دیتا ہے۔[26]

سرمایہ دارانہ علمیت اور دینی ایمانیات سے نکیر

سرمایہ دارانہ علمیت یہ حقیقت کے ادراک کے متعلق ایک ارتقائی تصور رکھتی ہے جس کی ظاہری شکل جدیدیت ہے جو کہ وجودِ حق سے ہی انکار کر دیتی ہے۔ حقیقت کے ادراک کے لیے جدیدیت نے سائنسی طریقہ کار وضع کر لیا مگر ساتھ ہی جدیدیت اس امر پر بھی ایقان رکھتی ہے کہ حتمی طور پر کسی حقیقت کا ادراک ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ کائنات کی ہر شے ہر لحہ ترقی کر رہی ہے جس کی وجہ سے اس کی حقیقت بھی تبدیل ہو رہی ہے۔ ایسے میں یہ طے کرنا بھی ناممکن ٹھہر جاتا ہے کہ حقیقت کا جب ادراک ممکن نہیں تو سائنسی طریقہ کار پر کیوں کر عمل کیا جائے؟ بالفاظ دیگر جب منزل کو پانا ممکن نہیں تو پھر اس بات کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہتی کہ کس انداز سے دوڑ میں شریک ہوا جائے۔[27] ان سوالات کا متجددین کے پاس کوئی ٹھوس جواب نہیں ہے جس کی وجہ سے انہوں نے حقیقت کے حتمی وجود کا ہی انکار کر دیا جس کے بعد ان کے نزدیک مرنے کے بعد والی زندگی، جنت اور جہنم کے متعلق سوالات بے معنی اور کالعدم ہو گئے کیونکہ جب مرنے کے بعد زندگی ہی نہیں ہوگی تو اس بارے میں سوچنا ہی بے کار ہے کہ

مرنے کے بعد کیا ہو گا۔[28] موت کے بعد کی زندگی اور اس حقیقت سے نکیر کا یہ سبب نہیں تھا کہ مغربی متجدد مفکرین کے پاس حیاۃ بعد الموت کے خلاف کوئی زبردست دلیل آگئی تھی جس کی تردید ممکن نہ تھی بلکہ ان کے مطابق حیاۃ بعد المماۃ ایسے حقائق ہیں جو حصولِ علم کے ذرائع مثلاً عقل انسانی اور حواس خمسہ سے باہر ہیں اور یہ ذرائع ان حقائق کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔[29] دنیا میں اس حقیقت کے ادراک کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے جو کہ وحی الٰہی یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کی روشن تعلیمات ہیں جن کا مقام خبر صادق ہے اور انہیں کسی دوسرے علم کی کسوٹی پر پرکھا نہیں جا سکتا ہے کیونکہ درحقیقت علم کی اصل میزان یہی وحی الٰہی ہے۔[30]

مشہور مغربی فلسفی وتنگستائن کی ساری فکر کا مرکز انسانی زندگی ہے جسے وہ ایک کھیل سے تعبیر کرتا ہے اور اس کھیل کو سنجیدگی سے کھیلنے کی تلقین وہدایت کرتا ہے چنانچہ اس کی فکر نے جب مغربی معاشرے میں سرایت کیا تو بہت سے نوجوانی نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جب کہ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جو اپنا سب کچھ ترک کر کے جنگلوں کی طرف نکل گئے اور بھنگ، ہیروئن اور دیگر منشیات کی لت میں پڑ گئے۔ خود وتنگستائن کا حال یہ تھا کہ اس نے خودکشی کر کے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیا۔[31]

سرمایہ دارنہ علمیت کی تشکیل

وحی الٰہی سے محصلہ علم کی روشنی میں کائنات اور انسانی معاشروں کی تفہیم کی سعی کرنا سرمایہ دارانہ علمیت کے مطابق درست اور معتبر علم نہیں ہے۔ سرمایہ دارانہ سائنسی علمیت کے ماہرین جب معاشرتی رویوں کے اخلاقی وغیر اخلاقی اظہار اور معاشروں و ریاستوں کی درست وغلط ترتیب و تشکیل کے اصولوں کو وضع کرتے ہیں تو اسکے لیے وہ وحی الٰہی کی طرف مراجعت کرنے کے بجائے آزادی[32]، ترقی[33] اور مساوات[34] کو ملحوظ خاطر رکھ کر ان تمام اصولوں کی تشکیل اور سوالات پر غوروخوض کرتے ہیں۔

طبعی سائنس(Natural Science)اور معاشرتی سائنس(Social Science) دراصل تنویری علم(Enlighten Knowledge) کی ہی دو شاخیں ہیں جنہیں سرمایہ دارانہ علمیت میں تقسیم کیا جاتا ہے۔[35] طبعی سائنس کا دائرہ کار ارادۂ انسانی کے کائناتی طاقتوں پر تسلط کے امکانات کو بڑھانا جب کہ معاشرتی سائنس سے مقصود ایسے معیاری معاشرے اور ریاست کی ترتیب و تنظیم کا لائحہ عمل وضع کرنا ہے جہاں افراد کو زیادہ سے زیادہ سرمایہ اور آزادی کی بڑھوتری کا موقع مل سکے۔ اس بات کی تفہیم اس طرح سے کی جاسکتی ہے کہ علم الفقہ، تصوف اور علم الکلام وغیرہ اسلامی علمیت کی متشکل صورتیں ہیں کہ جس طرح علم فقہ اوراصول فقہ سے مقصودومطلوب قرآن وسنت میں مورد نصوص سے ایسے اصول ماخوذ کرنا ہے جنہیں بروئے کار لاتے ہوئے یہ طے کیا جائے کہ متعدد انسانی اعمال وافعال میں سے رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے اور کس طریقے کو چھوڑ دیا جائے۔ بالالفاظ دیگر اس بات کا ادراک کیا جائے کہ فرد کے تعلقات کو کن ضروری پابندیوں میں جکڑ کر پورے معاشرے کو احکامات خداوندی کے تابع و مطیع کیا جاسکے۔ اسی طرح سے سوشل سائنس سے مقصود سرمایہ دارانہ شخصیت، معاشرے اور ریاست کی علمی توجیہات اور دلائل وضع کرنا ہے جب کہ دوسری جانب اس کے ذریعے فرد کے باہمی تعلقات میں آزادی کی لازمی حدود کے تعین کے اصول بھی وضع کیے جاتے ہیں جن کے نتیجے میں سرمایہ دارانہ معاشرتی وریاستی صف بندی وجود میں آتی ہے۔[36]

سرمایہ داریت کی علمی اخلاقیات یا خرید وفروخت

لیوتارد نامی ایک متجدد فلسفی نے سرمایہ دارانہ علمیت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے "خرید وفروخت" کے الفاظ استعمال کیے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ خواہشات اور سرمایے کے درمیان گہرا تعلق موجود ہے۔ تسخیر کائنات اور لامحدود خواہشات کی تکمیل کو مقصد علم ٹھہرانا درحقیقت سرمایے کی بڑھوتری کو اپنا مقصود بنانا ہے کیونکہ ہر خواہش کی تکمیل سرمایے کی مرہون منت ہے۔ پس اگر کوئی شخص یا معاشرہ آزادی کے حصول کا خواہاں ہے تو اس کا دوسرا مطلب یہ نکلتا ہے کہ وہ دراصل اس بات کا خواہش مند ہے کہ اس کے سرمایے میں اضافہ ہوتا رہے کیونکہ لامحدود خواہشات کی تکمیل اسی وجہ ہو سکتی ہے کہ جب انسان کے پاس سرمایہ بھی لامحدود ہو۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص یہ آرزومند ہو کہ اس کے پاس نہایت عالیشان بنگلہ ہو جس میں دنیا بھر سے سامان تعیش لا کر جمع ہو، جدید ماڈل کی گاڑیاں ہوں، متعدد پلاٹ اور بہت سی کمپنیوں کے شیئرز ہوں جن سے حاصل شدہ نفع سے مزید کاروبار کو ترقی دی جائے تو اس طرح کی تمام خواہشات کی عملی تکمیل سرمایے کے بغیر قطعاناممکن ہے۔

معاشیات (Economics) کا مضمون اسی فکر کے گرد گھومتا ہے کہ ایک شخص اپنی انفرادی یا آزادی کے عمل کا اظہار زیادہ سے زیادہ اشیاء کو زیر تصرف لا کر کرتا ہے اور جتنی اشیاء کو تصرف کرتا ہے اتنی ہی وہ خواہشات کی تکمیل و تسکین کر سکتا ہے۔[37] جدید معاشیات کے مطابق انسانی خواہشات لامحدود ہونی چاہیے مگر فرد کے پاس ان لامحدود خواہشات کی تکمیل کے لیے مناسب سرمایہ موجود نہیں ہوتا تو ناگزیر ہے کہ زیادہ خواہشات کی تکمیل کے لیے فرد اپنے ذرائع آمدنی کو ہر ممکن حد تک بڑھائے۔ ماہرین معاشیات نے اسی کو عقلیت کا معیار قرار دیا ہے کہ وہ شخص سب سے زیادہ عقل مند ہے جو ہر وقت یہ خواہش کرتا ہو کہ اس کے سرمایے میں مستقل اضافہ ہوتا رہے۔[38] جیسا کہ ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری لکھتے ہیں کہ

"آزادی کا مطلب ہی سرمایے کی بڑھوتری ہے۔ اس کا کوئی دوسرا مطلب نہیں جو شخص آزادی کا خواہاں ہے وہ لازما اپنے ارادے سے اقدار کی وہی ترتیب متعین کرے گا جس کے نتیجے میں اس کی آزادی میں اضافہ ہو۔ سرمایہ ہی وہ شے ہے جو ممکن بناتا ہے کہ انسان جو کچھ بھی چاہے حاصل کر سکے۔ مسجد بنانا چاہے تو مسجد بنائے، شراب خانہ بنانا چاہے تو شراب خانہ بنائے، چاند پر جانا چاہے تو چاند پر جائے۔ کسی چیز کی کوئی اصلی قدر نہیں، ہر چیز اپنی قدر صرف اور صرف ہیومن کی خواہش اور ارادے سے حاصل کرتی ہے۔ لہذا قدر اصل صرف ارادہ انسانی کی ہے۔ اس قدر اصل کے اظہار کا واحد ذریعہ سرمایے کی بڑھوتری ہے۔لہذا سرمایہ دارانہ عقلیت یعنی آزادی کا تقاضا ہے کہ ہر ہیومن اپنی خواہشات کو اس طرح سے مرتب کرے کہ ان کے حصول کی جدوجہد قدر اصل یعنی سرمایے کی بڑھوتری کے فروغ میں مد اور معاون ہو۔خواہشات کی ہر وہ ترتیب جو ہیومن کو سرمایے کی بڑھوتری کے عمل کا آلہ کار نہیں بناتی سرمایہ دارانہ عقلیت کے خلاف ہے۔سرمایے کی بڑھوتری وہ کسوٹی ہے جس پر ہیومنز کی ہر خواہش اور خواہشات کی تمام ترتیبوں کو جانچا جاتا ہے اوران کی تقابلی قدر اسی محض کے مطابق متعین ہوتی ہے۔ہر وہ خواہش جو سرمایے میں اضافے کا ذریعہ نہیں بنتی،اس کی تقابلی قدر سرمایہ دارانہ معاشرے میں صفر یا منفی ہوتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں ایک سرمایہ دارانہ معاشرے میں ایسی خواہشات رکھنے والے شخص کی یہی سزا ہے کہ اس کی خواہشات کی کوئی وقعت یا قدر و قیمت نہ ہو۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت ہر فعل کو خود ارادیت اور خود غرضیت کے پیمانے پر تول کر اس کی تقابلی قدر متعین کرتی ہے۔ جب للّٰہیت، محبت، طہارت، تقویٰ، آخرت کا خوف، عفت، حیا، غیرت، ایثار، شوق شہادت کو اس پیمانے پر تولا جاتا ہے تو یہ بالکل بے وقعت اور بے قدر دکھائی دیتی ہیں۔ ایک سول سوسائٹی یا سرمایہ دارانہ معاشرے میں ان اوصاف حمیدہ کے پنپنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس معاشرے کے نظام تعلیم کا مقصد تسخیر کائنات اور تمام فطری قوتوں کو ہیومن کے ارادے کے مطیع بنانے کو بطور مقصد کے قبول کرنے کی ایمانیات کو مستحکم بنانا ہوتا ہے۔"[39]

اس سے صراحت ہوتی ہے کہ سرمایہ دارانہ علم اور علمیت سے مقصود و مطلوب صرف بڑھوتری برائے بڑھوتریِ سرمایہ ہے۔ سرمایے میں اضافے کا یہ عمل اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب علم بذات خود نفع خوری کے نظم کا پابند ہو اور اس کے تابع ہو جائے یعنی علم کو بیچنے اور خریدنے کے لیے تعمیر کیا جائے۔[40] بالفاظ دیگر خواہشات کی تکمیل کی ذہنیت دراصل علم کو خرید و فروخت میں تبدیل کر دیتی ہے اور خرید و فروخت کی یہ ذہنیت ہی دراصل سرمایہ دارانہ علمیت کی حقیقی شکل ہے۔ سرمایہ دارانہ معاشروں میں سائنس و ٹیکنالوجی کی جدید ایجادات سے لے کر سوشل و بزنس سائنس کی تحقیقات تک اسی خرید و فروخت کے عمل کا پوری طرح اظہار ہوتا ہے۔ جیسا کہ جب کسی یونیورسٹی میں کمپیوٹر یا بزنس سائنس کا اسٹوڈنٹ چار سال کی محنت کرنے کے بعد اپنے تعلیمی کیریئر کے آخری سال میں کوئی تحقیقی کام میں مصروف ہوتا ہے تو اس کو یہی نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ کام کرو جس کی مارکیٹ میں قدر اور مانگ ہو پس چاہیے کہ فضول کاموں میں اپنے وقت کو قطعا برباد نہ کرو۔

یہی نصیحت تمام تر علم و ٹیکنالوجی کا نقطۂ آغاز و انتہاء ہے اور تعلیم، تحقیق اور کنسلٹنسی کے تمام تر ادارے اسی اصول پر ایسا علم تعمیر کرتے ہیں جس کے ذریعے زیادہ سے زیادہ منافع و آمدنی کی توقع کرتے ہوئے کمپنیوں کو بیچا جا سکے اور کمپنیوں کی ترجیحات میں بھی ایسے ہی علم کی خریداری شامل ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ اپنی پیداواری صلاحیتوں اور عمل کو بڑھا کر مزید اشیاء بنا کر بیچیں اور زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کر سکیں۔[41] خرید و فروخت کا علم جب انسانی معاشروں میں آتا ہے تو پھر پورا معاشرہ مارکیٹ میں بدل جاتا ہے جہاں باہمی تعلقات کا تعین و بنیاد صلہ رحمی، محبت، مذہب اور باہمی تعاون کے بجائے اشیاء، اغراض اور خدمات کی لین دین بن جاتی ہے۔ کسی بھی شے کے لین دین کے معاملے میں ایک شخص ڈیمانڈر ہوتا ہے تو دوسرا اسپلائر کا کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔[42] سرمایہ دارانہ معاشرے اور علمیت میں ہر ایسے تعلق کو مہمل، لایعنی، بے قدر و قیمت اور غیر منطقی سمجھا جاتا ہے جہاں باہمی تعلقات کی اساس ڈیمانڈ اور سپلائی کے اصول پر قائم نہ ہو۔ سرمایہ دارانہ عقلیت یہ تقاضہ کرتی ہے کہ عقل مند شخص وہی ہے جو اپنے تعلقات کی بنیاد اغراض پر استوار کرے پس ایسا ممکن ہی نہیں کہ کسی معاشرے میں طبعی و عمرانی سائنسی علوم رائج ہوں اور اس معاشرے کے افراد میں حرص و حسد، ذاتی اغراض اور متعدد رزیل اخلاق پروان نہ چڑھیں۔ یہ تعلق بالکل اسی نوعیت کا ہے جس طرح مذہبی علوم میں مقصود و مطلوب افراد میں تقوی، زہد، عزیمت اور عشق رسالت آپ ﷺ جیسی صفات کو پیدا کرنا ہے۔

سرمایہ دارانہ علوم کی برتری سے مراد دراصل افراد کی ذہنیت اور معاشروں کو خرید و فروخت کے نظم میں شامل اور تابع کرنے کا دوسرا نام ہے۔ مذہبی علوم چونکہ خرید و فروخت کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے ہیں یعنی ان کے ذریعے خرید و فروخت کے نتیجے میں سرمایے میں اضافے کے امکانات نہ ہونے برابر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے

ان کے مواقع بھی بہت ہی کم ہوتے ہیں۔اسی بات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ معاشرے جہاں مذہبی علوم کا رواج و رسوخ ہو تو وہاں سرمایہ دارانہ علوم کبھی پروان نہیں چڑھتے اور نہ ترقی پاتے ہیں کیونکہ ایسے معاشروں میں علم کا مقصد خرید و فروخت نہیں ہوتا جو کہ سرمایہ دارانہ علمیت کا خاصہ اور جوہر ہے۔[43]

REFERENCES - حوالہ جات

[1]Hafiz, *Sarmaya Darana Nizam: Ek Tanqidi Jaiza*, Lahore: Maktaba-e-Fikr-o-Danish, n.d., 64.

[2]Askari, *Jadeediyat*, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2011, 47.

[3]Faryad, *Secularism: Ek Taaruf*, Lahore: Al-Hamd Publications, n.d., 54.

[4]Humaira Ahmad, *"Modernity, Postmodernity and Islamic Tradition"* (University of Punjab, Lahore, 2004), 33.

[5]John Rawls, *Political Liberalism* (Columbia: Columbia University Press, 2005), 64.

[6]Descartes Rene, *Discourse on Method* (Mcligen Inc, 2001), 432.

[7]John Cottingham, Robert Stoothoff, and Dugald Murdoch, trans., *The Philosophical Writings of Descartes* (Cambridge: Cambridge University, 2006), 17, 25–43.

[8]Biamonte, Jacob, Peter Wittek, Nicola Pancotti, Patrick Rebentrost, Nathan Wiebe, and Seth Lloyd. "Quantum machine learning." *Nature* 549, no. 7671 (2017): 195.

[9]Bertrand Russell, *History of Western Philosophy and Its Connection with Political and Social Circumstances from the Earliest Time to the Present Day* (London: George Allen and University Ltd, 1946), 248.

[10]Naeem Ahmad, *Tareekh-e-Falsafa-e-Jadeed*, Lahore: Markazi Kutub Khana, 1983, 15.

[11]Anthony Kenny, *The Rise of Modern Philosophy*, vol. III (Oxford: Clarendon Press, 2006), 100–107.

[12]Carroll Underwood Stephens, "The Ontology of Trust and the Transformation of Capitalism in a Knowledge Economy: A Commentary on Paul Adler's "Market, Hierarchy, and Trust: The Knowledge Economy and the Future of Capitalism," *Organization Science* 12, no. 2 (2001): 238–40.

[13]Zahid Siddique Mughal, *Maqalat-e-Tafheem-e-Maghrib: Kalamiyat wa Ilmiyat*, 1st ed., Lahore: Legacy Books, 2018, 279.

[14]Hafiz, *Sarmaya Darana Nizam: Ek Tanqidi Jaiza*, Lahore: Maktaba-e-Fikr-o-Danish, n.d., 64.

[15]Stephens, "The Ontology of Trust and the Transformation of Capitalism in a Knowledge Economy: A Commentary on Paul Adler's "Market, Hierarchy, and Trust: The Knowledge Economy and the Future of Capitalism."

[16]Mughal, *Maqalat-e-Tafheem-e-Maghrib: Kalamiyat wa Ilmiyat*, Lahore: Legacy Books, 2018, 280.

[17]Mughal, *Maqalat-e-Tafheem-e-Maghrib: Kalamiyat wa Ilmiyat*, Lahore: Legacy Books, 2018, 280.

[18]Hasan Zafar, *Sir Syed aur Hali ka Nazriya-e-Fitrat*, 3rd ed., Lahore: Academy of Letters Pakistan and Department of Information & Culture, Government of Punjab, 2014, 144.

[19]Albert Einstein, *Albert Einstein, Mileva Maric: The Love Letters*, ed. Jürgen Renn and Robert Schulmann (Princeton University Press, 2000), 73–74,78.

[20]Joachim Köhler, *Zarathustra's Secret: The Interior Life of Friedrich Nietzsche* (New Haven: Yale University Press, 2002), xv.

[21]Mughal, *Maqalat-e-Tafheem-e-Maghrib: Kalamiyat wa Ilmiyat*, Lahore: Legacy Books, 2018, 284.

[22]Syed Abid Ali, *Qaumi Tehzeeb ka Masla*, Delhi: n.p., 1966, 169.

[23]Siddiqui, *Mazhab aur Tajdeed-e-Mazhab*, Lahore: Maktaba-e-Tameer-e-Insaniyat, 1990, 110.

[24]*Encyclopedia of Religions and Ethics* (Edinburgh: T &ss T Clark, 1910), Vol X, p 615.

[25]Abdul Hameed Siddiqui, *Mazhab aur Tajdeed-e-Mazhab*, Lahore: Maktaba-e-Tameer-e-Insaniyat, 1990, 121.

[26]Yusuf Chalpi, *Masehiyat*, translated by Maulvi Shams Tabrizi Khan, Karachi: Majlis Nashriyat-e-Islam, n.d., 161.

[27]*MacCallum*, Gerald C. "Negative and positive freedom." In *Liberty Reader*, pp. 100-122. Routledge, 2017.

[28]Thomas Sowell, "Karl Marx and the Freedom of the Individual," *Ethics* 73, no. 2 (January 1963): 119–25, https://doi.org/10.1086/291437.

[29]Wolfgang Sachs, ed., *The Development Dictionary: A Guide to Knowledge as Power*, 2nd ed. (London and New York: Zed Books, 2010), 216.

[30]Mughal, *Maqalat-e-Tafheem-e-Maghrib: Kalamiyat wa Ilmiyat*, Lahore: Legacy Books, 2018, 286.

[31]Alexander Weugh, *The House of Wittgenstein: A Family at War* (Random House of Canad, 2018), 24–26.

[32]Franck, Thomas M. "Is personal freedom a Western value?." *American Journal of International Law* 91, no. 4 (1997): 593.

[33]Bartley, Robert L. "The case for optimism-The West should believe in itself." *Foreign Aff.* 72 (1992): 15.

[34]Reiss, Edward. "The Social Equality of Religion or Belief: A Critique." *The Social Equality of Religion or Belief: A New View of Religion's Place in Society* (2016): 123.

[35]Venn, Couze. "The enlightenment." *Theory, culture & society* 23, no. 2-3 (2006): 477.

[36]Mughal, *Maqalat-e-Tafheem-e-Maghrib: Kalamiyat wa Ilmiyat*, Lahore: Legacy Books, 2018, 288.

[37]Blaug, M.. "economics." *Encyclopedia Britannica*, January 16, 2025. https://www.britannica.com/money/economics.

[38]Dasgupta, Partha. "Modern economics and its critics." *Fact and fiction in economics: Models, realism and social construction* (2002): 57-89.

[39]Mughal, *Maqalat-e-Tafheem-e-Maghrib: Kalamiyat wa Ilmiyat*, Lahore: Legacy Books, 2018, 289–90.

[40]Erich Fromm, *The Sane Society*, 2nd ed. (London and New York: Routledge Classics, 1991), 83.

[41]Peters, Michael A. "A post-marxist reading of the knowledge economy: open knowledge production, cognitive capitalism, and knowledge socialism." *Analysis and Metaphysics* 21 (2022): 7-8.

[42]Gale, David. "The law of supply and demand." *Mathematica scandinavica* (1955): 155-169.

[43]Mughal, *Maqalat-e-Tafheem-e-Maghrib: Kalamiyat wa Ilmiyat*, Lahore: Legacy Books, 2018, 291.